یہودیت میں تصورِ مسیح

مدثر حسین

بنی اسرائیل کی تاریخ میں حضرت سلیمانؑ کا دور روحانی، اخلاقی اور سیاسی اعتبار سے زرّیں دور تھا جتنا عروج بنی اسرائیل کو اس دور میں حاصل ہوا تاریخ کے اوراق اس جیسی کسی اور مثال کو پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اور بالآخر غیر اقوام نے ان کو مفتوح بنالیا۔

تو انبیاء بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینا شروع کی کہ خدا کی طرف سے ''مسیح'' آنے والا ہے جو ان کی ذلت کی زندگی سے نجات دلائے گا۔

وکلف اے سنگھ لکھتے ہیں:

''ان کی پیشینگوئیوں کی بنیاد پر یہود کسی ایسے مسیح کے منتظر تھے جو بادشاہ ہو کر لڑے مل فتح کرے۔ بنی اسرائیل کو ملک ملک سے لاکر فلسطین جمع کرے۔ لیکن ان کی توقعات کے برعکس جب حضرت عیسیٰ خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے اور کوئی لشکر ساتھ نہ لائے تو یہودیوں نے ان کی مسیحیت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے''(۱)

اس وقت سے آج تک دنیا بھر کے یہودی اس مسیح موعود کے منتظر ہیں، جس کے آنے کی خوشخبریاں ان کو دی گئی تھیں۔

''خداوند فرماتا ہے کہ میں داؤد کے لیے ایک صادق شاخ پیدا کروں گا اور اسکی بادشاہی

ملک میں اقبال مندی اور عدالت اور صداقت کے ساتھ ہوگی۔اس کے ایام میں یہودا نجات پائے گا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا اور اس کا نام یہ رکھا جائے گا خدا وندہماری صداقت'' (۲)

ان کا لٹریچر اس آنے والے دور کے سہانے خوابوں سے بھرا پڑا ہے اور وہ امید لے بیٹھے ہیں کہ یہ مسیح موعود ایک زبردست جنگی وسیاسی لیڈر ہوگا جو دریائے نیل سے فرات تک کا علاقہ (جسے یہودی اپنی میراث سمجھتے ہیں اور اسرائیل کی پارلیمنٹ میں جو نقشہ لگا ہوا ہے اس میں یہ علاقے شامل ہیں) انہیں واپس دلائے گا اور دنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو لا کر اس میں پھر سے جمع کرے گا۔ چنانچہ یہودیوں اور اسرائیل کا مستقبل اسی کے تصور کے گرد گھومتا ہے:

"The Glorius future of israel centered around the person of Mashiach (messiah): an anonited one, who would be deputed by GOD to ingurate the new and wonderfull eral" (3)

''اسرائیل کا شاندار مستقبل ممسوح، مسیح کے گرد گھومتا ہے۔ خداوند کی طرف سے ایک نیا اور شاندار زمانہ شروع کرنے کے لیے بھیجا جائے گا''

تصور مسیح

''مسیح'' عبرانی لفظ ''مشخ'' سے ماخوذ ہے جو عربی ''مسح'' کی طرح چھونا، ملنا، ہاتھ پھیرنا وغیرہ کے معنی رکھتا ہے۔ نیو کیتھولک انسائیکلو پیڈیا میں مسیح کا لفظی مفہوم کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

"The word messiah comes from the Hebrew objective masiah, designation a person anonited with oil" (4)

''لفظ مسیح'' عبرانی زبان کے مفعول ''مشخ'' سے نکلا ہے جو تیل سے مسح کیے ہوئے شخص کی تخصیص کرتا ہے''

The Jewish Encyclopaedia میں اس کی صراحت کچھ یوں ہے:

" The mane or title of the ideal king of Messianic age"

دور مسیحائی کے مثالی بادشاہ کا نام یا خطاب ہے۔

وکلف اے سنگھ رقمطراز ہیں:

''دانشوروں کے خیال میں ''مسیح'' کا تصور یہودیت میں اس وقت در آیا جب ان کی حکومتیں کمزور پڑنے لگیں اور ان کے بادشاہ ناکارہ ہونے لگے تو یہ خدا کے نائب بادشاہ کا تصور مستقبل میں آنے والے ایک زبردست بادشاہ کے لیے مخصوص ہو گیا جو بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی شان و شوکت کو واپس لائے گا۔ ۵۸۶ ق م میں یروشلم کی پہلی تباہی سے قبل یہ تصور بہت مبہم تھا لیکن یروشلم کی تباہی بابل کے زمانہ اسیری و جلاوطنی اور اس کے بعد جب یہودیوں کی سیاسی قوت ایک قصہ پارینہ ہو کر رہ گئی تو مستقبل کے اس خدا کر فرستادہ بادشاہ کا تصور جو یہودیوں کو محکومی اور قعر مذلت سے نکالے گا، بہت قوت اختیار کر گیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب یہودی مکابی نے رومی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ تو عوام جوق در جوق اس کے پیچھے ہو لیے''(۵)

Standard Jewish Encyclopaedia کا مقالہ نگار اپنی رائے بیان کرتا ہے:

" After the exile prophetic vision of the universal establishment of GOD' kingdom was associated with ingathering of Israel under a secion of David's house, who would by the lord's anonited" (6)

''جلاوطنی کے بعد عالم گیر حکومت الٰہی کی پیغمبرانہ بصیرت کو داؤد کے گھرانے کے جانشین کے ساتھ منسلک کر دیا گیا جو خداوند کا ممسوح ہو گا''

اس دور محکومی مرتب ہونے والی کتابوں میں اس آئندہ آنے والے مسیح اور اس کے ہاتھوں

بدکرداروں اور یہودیوں کے دشمنوں کی شکست اور ایک الٰہی حکومت کے قیام کا نقشہ پُر زور الفاظ میں کھینچا گیا:

''دیکھو ایک بادشاہ صداقت سے سلطنت کرے گا اور شہزادے عدالت سے حکمرانی کریں گے اور ایک شخص آندھی سے پناہ گاہ کی مانند ہوگا اور طوفان سے چھپنے کی جگہ اور خشک زمین میں پانی کی ندیوں کی مانند اور ماندگی کی زمین میں بڑی چٹان کے سایہ کی مانند ہوگا اور اس وقت دیکھنے والوں کی آنکھیں دھندلی نہ ہوں گی اور سننے والوں کے کان شنوا ہوں گے۔ جلد باز کا دل عرفان حاصل کرے گا اور لکنتی کی زبان صاف بولنے میں مستعد ہوگی'' (۷)

مسیح موعود کی امید کے بارے میں اس یاددہانی کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کی وساطت سے بنی اسرائیل کو المسیح کے متعلق بتاتا رہا تاکہ جب آپ مبعوث ہوں تو انہیں سمجھنے میں غلطی نہ لگے۔ مثلاً حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ظاہر کردیا تھا کہ مسیح موعود کس خاندان میں جنم لیں گے۔ چنانچہ حضرت یسعیاہ نے فرمایا

''یسی کے تنے سے ایک کونپل نکلے گی اور اس کی جڑوں س ایک بار آور شاخ پیدا ہوگی'' (۸)

جناب یسی حضرت داؤد کے والد گرامی تھے۔ (۹) اور جیسا کہ یسوع المسیح کے نسب نامہ سے ظاہر ہے کہ آپ داؤد کے خاندان سے تھے۔ (۱۰)

حضرت میکاہ مسیح موعود کی جنم بھومی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے بیت لحم افراتاہ۔ تجھ میں سے ایک نکلے گا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا اور اس کا مصدر زمانہ سابق قدیم الایام سے ہے'' (۱۱)

حضرت یسعیاہ آپ کی پیدائش کے بارے میں پیشین گوئی کرتے ہیں:

''دیکھیں ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی'' (۱۲)

یہ پیشین گوئی اس وقت پوری ہوئی جب یسوع المسیح روح القدس کی قدرت سے ایک بتولہ مقدس مریم کے حمل میں آئے اور بیت الحم میں پیدا ہوئے۔ (۱۳)

بنی اسرائیل کی تاریخ پر نظر دوڑانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم ہمیشہ ہی ابتلا میں مبتلا رہی ہے اگرچہ یہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کے باعث تھا۔ پہلے چار سو سال کی مصر کی علامی بسر ہوئے اور جب حضرت موسیٰ کے رہنمائی میں انہوں نے آزادی حاصل کی تو چالیس برس بیاباں میں سختیاں جھیلتے رہے۔ پھر جب وہ ملک موعود منعان میں داخل ہوئے تو مقامی لوگوں سے جنگیں لڑنا پڑیں، انہیں صرف حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے دور میں ہی قدرے سکون ملا جبکہ کنعان کے بیشتر علاقے پر ان کا قبضہ ہو چکا تھا لیکن اس کے بعد جب ان میں نفاق پڑا اور سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوئی تو پھر انہیں جنگ و بدل کا سامنا کرنا پڑا۔

وکلف اے سنگھ لکھتے ہیں:

> ''ان حالات میں جب ان کی نظر المسیح سے متعلق پیشین گوئی پر پڑی تو ان کے دلوں میں امید کی کرن جاگ اٹھتی مثلاً جب وہ حضرت یسعیاہ کی ''یسی کے تنے سے کونپل نکلنے کے بارے میں پڑھتے ہیں کہ وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کرے گا'' (۱۴) یا جب وہ حضرت یرمیاہ کی یہ پیشین گوئی پڑھتے'' خداوند فرماتا ہے کہ میں داؤد کے لیے ایک صادق شاخ پیدا کروں گا'' (۱۵) یا زکریاہ نبی کے اس اعلان پر غور کرتے کہ ''اے بنت صیہون تو نہایت شادمان ہو۔اے دختر یروشلم خوب للکار کیونکہ دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے'' تو ان کے دل نئے جوش اور مسرت سے سرشار ہو جاتے اور وہ ایک ایسے بادشاہ کا خواب دیکھنے لگتے جو انہیں عیر اقوام کے ظلم و تشدد سے نجات دلا کر اپنی بادشاہی قائم کرے گا'' (۱۶)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب یہوداہ مکابی نے رومیوں کے خلاف بغاوت بلند کیا تو عوام جوق در جوق اس کے پیچھے ہو لیے اور جب یسوع نے ''آسمان کی بادشاہی کے آن پہنچنے کا اعلان فرمایا (۱۷) تو ان کی امید نئے سرے سے جاگ اٹھی اور لوگ جوق در جوق آپ کے پیچھے ہو لیے انہیں امید تھی کہ آپ جلد ہی اپنی بادشاہت کا اعلان کریں گے لیکن یسوع المسیح یہ جان کر وہاں سے نکل گئے۔ (۱۸)

تاہم امید اب بھی قائم تھی چنانچہ جب یسوع المسیح گدھے پر سوار ہوکر یروسلم میں داخل ہوئے تو ان کی اس امید کو ایک نئی مہمیز لگی۔

چنانچہ انہوں نے آپ کے راستے میں کھجور کی ڈالیاں اور کپڑے بچھائے اور پُر جوش نعرے مارنے لگے۔ابن داؤد کو ہوشعنا مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔عالم بالا پر ہوشعنا (۱۹) لیکن جب یسوع المسیح نے یروشلم پہنچ کر اپنی بادشاہت کا اعلان نہ کیا تو یہی لوگ آپ کے خلاف ہو گئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ اس کو صلیب دے صلیب (۲۰)

''غالباً یہوداہ سکریوتی بھی اسی نیت کے ساتھ آپ کے حواریوں کی صف میں شامل ہوا تھا اسے توقع تھی کہ المسیح رومی حکومت کا تختہ الٹا کر اپنی بادشاہی کا اعلان کریں گے لیکن جب اس کی امید بر نہ آئی تو اس نے غداری کر کے آپ کو پکڑوا دیا'' (۲۱)

یہود نے حضرت مسیح کا انکار کیوں کیا؟

اسرائیلیوں (یہودیوں) نے اپنے مسیحا اور مخلصی دہندہ کو رد کیا اس کی چند ایک وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ جب بنی اسرائیل (۲۲) کا مطالعہ کرتے تو ان کے دل نئے ولولے اور شادمانی سے لبریز ہو جاتے وہ ایک ایسے بادشاہ کا خواب دیکھنے لگتے جو انہیں رومی مملکت کے ظلم و استبداد سے چھٹکارا دلائے گا اور اپنی بادشاہت قائم کرے گا جس میں یہدی آرام وچین کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔ لہٰذا جب سیدنا مسیح نے یہ اعلان کیا توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے (۲۳) تو وہ اسے اپنے خواب کی تعبیر سمجھنے لگے انہیں امید تھی کہ یسوع ناصری جلد ہی اپنی بادشاہی کا اعلان کریں گے۔ کچھ دیر تک تو انہوں نے انتظار کیا لیکن جب ان کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا تو انہوں نے آپ کو زبردستی پکڑ کر بادشاہ بنانا چاہا لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔(۲۴)

۲۔ کلمۃ اللہ المسیح نے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا (۲۵) چونکہ یہودی کٹر موحد تھے اس لیے انہوں نے فوراً اس دعویٰ کو کفر کا نام دیا۔ابن خدا ہونے کا دعویٰ یہ ظاہر کرتا تھا کہ آپ الٰہی ذات ہیں اور یہی

حقیقت آپ انہیں سکھانا چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

میں اور باپ ایک ہیں.......... باپ مجھ میں ہے اور میں باپ میں (۲۶) جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا (۲۷)

چونکہ یہودی المسیح کو محض ایک آدمی یعنی بشر سمجھتے تے (۲۸) اور کسی بشر کے لیے ایسا دعویٰ کرنا ازروئے شریعت کفر تھا جس کی سزا موت یعنی سنگسار تھی (۲۹) چنانچہ انہوں نے پیلاطس کی عدالت میں ابن اللہ پر یہ الزام عائد کیا کہ "ہم اہل شریعت ہیں اور شریعت کے موافق وہ قتل کے لائق ہیں، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا بنایا" (۳۰)

۳۔ یسوع المسیح نے یہ صرف دعویٰ کیا کہ آپ کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔ (۳۱) بلکہ اہل یہود کے روبرو گنہگاروں کے گناہ کی معافی اکا اعلان کیا (۳۲) یہ سن کران کے پاؤں سے زمین نکل گئی اور کہنے لگے کفر بکتا ہے۔ گناہ کون معاف کرسکتا سوائے خدا کے۔ (۳۳)

۴۔ سبت یعنی ہفتے کا ساتواں دن یہودیوں کے لیے آرام اور پرستش کا دن مقرر تھا (۳۴) سبب کے حکم کی خلاف ورزی کی سزا موت تھی۔ (۳۵) لیکن جب المسیح نے سبت کے روز بیماروں کو شفاء بخشی تو یہودی قم نے فوراً آپ پر سبت توڑنے کا الزام لگایا۔ (۳۶)

۵۔ یہودیوں کے نزدیک بنی اسرائیل خدا کی برگزیدہ اور افضل ترین قوم ہے۔ جب یسوع المسیح نے غیر اقوام کو تعلیم دی۔ ان کی بیماریوں کو شفاء بخشی اور وہ آپ پر ایمان بھی لائے (۳۷) یہ سب کچھ دیکھ کر یہودی بہت سٹپٹائے اور آپ کو محصول لینے والوں کے یار کا خطاب دیا (۳۸) وہ کہتے تھے اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ایسا طرزِ عمل اختیار نہ کرتا۔ (۳۹)

متذکرہ بالا اہم اسباب ہیں جن سے بنی اسرائیل نے ٹھوکر کھائی اور مسیح موعود (نجات دہندہ) کو رد کر دیا۔ کیونکہ وہ کسی ایسے مسیح کے منتظر تھے جو انہیں محکومی اور ذلت کے گڑھوں سے نکالے۔ شیاطین، دشمنانِ دین کا قلع قمع کر کے بیت المقدس آباد کرے اور دنیا میں بادشاہت کی بنیاد رکھ سکے، اس صورت حال میں جب حضرت مسیح علیہ السلام نے صدق نیت اور خلوص باطن کی تعلیم دی۔ مریضوں

کو شفا، کوڑھیوں کے کوڑھ دور کیے، اندھوں کی آنکھوں پر دست شفاء پھیر کر انہیں بینا کیا۔ یہ خدا کا پیغمبر مسیح تھا جو تجدید دین موسوی کے لیے یروسلم میں وارد ہوا لیکن وہ یہود کسی ایسے مسیح کا خواب دیکھ رہے تھے جس کی آمد سے انہیں دنیا جہاں کی بادشاہت مل جائے اور ساری دنیا ان کے پاؤں کے نیچے ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو ماننے سے یکسر انکار کیا اور کہا کہ مسیح ناصری جلیل (گلیل) کا باشندہ ہے۔ جلیل سے کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔

فکری تعارض

اور واقعہ یہ ہے کہ یہود آج بھی ایسے ہی کسی مسیح کے منتظر ہیں، چنانچہ مسیح موعود کا عقیدہ انہیں بنیادی عقائد میں شامل ہے اور مندرجہ ذیل نکات پر قائم ہے:

> ''وہ عیسیٰ ابن مریم جو مسیح بن کر آیا تھا اور جسے انہوں نے صلیب دے دیا تھا اور جس کے بارے میں مسیحی اور مسلم کہتے ہیں کہ دوبارہ آئے گا اور وہ ان یہودیوں کے مخالف ہوگا اس لیے وہ مسیح نہیں دجال ہے اب چونکہ عرش سے زمین تک یہودیوں کے کوئی مددگار نہیں اس لیے اب ان تمام بشارتوں کے حصول کے لیے واحد امید وہ دجال ہے جسے ابلیس نے تیار کر رکھا ہے لہٰذا وہ سب سے بڑا دجال ہی ان کا سب سے بڑا مسیح ہے اسی کی حکومت مسیح حکومت ہے اسی کی حکومت کا دن خدا کی حکومت کا دن ہے وہی اسرائیل کی نجات کا دن ہے۔ اسی روز ہیکل کی تعمیر ہوگی اور صہیون آباد ہوگا..... یہی وہ بنیادی تصور ہے جسے ربی یوحان بن ذکائی نے (68AD) میں باضابطہ شکل دی'' (۴۰)

ساری دنیا کے یہودی اب جس مسیح کی حکومت کی آمد کا انتظار اور جس کے لیے راہیں ہموار کر رہے ہیں وہ دراصل دجال اکبر یعنی المسیح الدجال ہے اور جس مسیح سے خائف ہیں اور جس کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو رہے ہیں وہ دراصل عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہودیوں نے مسیح کے سارے تذکرے کو بحال کر رکھا ہے اور اسے بیان کرتے ہیں لیکن اس سے ان کی مراد دجال اکبر ہوتی ہے اور جب اصلی مسیح کا ذکر کرتے ہیں تو دراصل اسے دجال اکبر میں مشخص کرتے ہیں۔ یہود ہر

روزانہ اپنے عبادت خانوں Synagogues میں مسیح کی آمد کے لیے دعائیں کرتے ہیں:

Louis Jacob لکھتے ہیں:

" The doctrine the Messiah, who will be send by GOD to redeem Israeal and Usher in a new era in which all mankind will worship the true God, in one of the most distinctive of judaism's teaching" (41)

''تصورِ مسیح یہودی تعلیمات کا نمایاں پہلو ہے جسے خداوند اسرائیل کی نجات اور نیا زمانہ شروع کرنے کے لیے بھیجے گا جس میں نسل انسانی سچے خداوند کی عبادت کرے گی''

یہودی دانشوروں اور ربیوں نے اس عقیدے کو بہت پروان چڑھایا، چنانچہ نامور یہودی دانشور Moses B. Mainmonds (1150ء م) اس عقیدے پر اپنی پختگی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

" I believe with complete faith in the coming of the Messiah, and even though the tarry, neverthless I await him every day that he should come." (42)

''میرا مسیح کی آمد پر پختہ ایمان ہے اور اگر وہ دیر کرتا ہے تو بلاشبہ میں ہر روز اس کا منتظر ہوں کہ وہ آ پہنچے''

مسیح کی شناخت کے حوالے سے لوئیس جیکب لکھتے ہیں:

" If a king arises of the house of david, mediating in Torah and performing precepts like his father David, in accordance with the written Torah and the Oral Torah and if he will wage the wars of the Lord, it can be assumed that he is the Messiah. If he succeed in

rebuilding the Temple and gathering the dispersed ones of Israel, It will then be established beyound doubt that the is the Massiah." (43)

''اگر داؤد کے گھرانے سے کوئی بادشاہ ظہور کرتا ہے تورات پر غور خوض کرتا ہے اور اپنے باپ داؤد کی طرح اوامر الٰہی سرانجام دیتا ہے جو داؤد نے تحریری اور زبانی تورات سے حاصل کیے.... مزید برآں وہ ہیکل کو تعمیر کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور جلا وطنوں کو اسرائیل کو اکٹھا کر لیتا ہے تو بلاشبہ وہی شخص ''مسیح'' ہے''

ایلیاہ بطور پیش رو

یہودی دانشور یہ توقع رکھتے ہیں کہ مسیح موعود کی آمد سے پہلے ایلیاہ بطور پیش رو آئیں گے جس کی وضاحت ملاکی نبی کے صحیفے سے ہوتی ہے۔ دیکھو خداوند کے بزرگ ہولناک دن کے آنے سے پہلے میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا اور وہ باپ کا دل بیٹے کی طرف سے اور بیٹے کا باپ کی طرف سے مائل کرے گا۔ (۴۴)

مسیح کب آئے گا

انسائیکلو پیڈا آف ریلیجنز میں "Jewish Messianism" کا مقالہ نگار رقمطراز ہے:

"Who would appear at the end of days and usher in the kingdom of GOD, the restoration od Israel or what ever dispensation was considered to be the ideal state of the world."(45)

''جو آخری دنوں میں ظاہر ہوگا اور حکومت الٰہی کے قیام کے سلسلے شروع کرے گا اور اسرائیل کو دوبارہ بحال کر کے دنیا کی مثالی حکوم بنا دے گا''

مسیح کا دن

یہودی عقائد کے مطابق مسیح کے دن کی اصطلاح سے مراد وہ وقت ہے جس میں ان تمام نبوتی پیشین گوئیوں کی تکمیل ہوگی جن کا تعلق داؤد کے جانشین (مسیح) کی حکومت سے ہے۔

"The time when the Prophetic preditions regarding the regin of the descendant of David find their fulfilment."(46)

''وہ عہد ہوگا جس میں داؤد کے جانشین کی حکومت کے متعلق پیشین گوئیاں تعبیر پائیں گی''

''مسیح کا دن'' یعنی مسیح کی حکومت کا آغاز Armilus (۴۷) کے قتل سے ہوگا۔ خدائی حکومت قائم ہوگی۔ اسرائیل کے ساتھ سلامتی کا عہد باندھا جائے گا۔ ان کو فراوانی اور عزت بخشی جائے گی۔ عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا اور اس دور کو دورِ مسیحائی (Messianic Era) کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

Geat Relogions of Modern World میں Judaism کا مقالہ نگار اس مسیحائی دور کی مندرجہ ذیل خصوصیات بیان کرتا ہے:

(1)" The Messianic era will not be merely one of material prosperity and sensual pleasure but of general affluence and peace, enabling the Jewish people to devote their lives without care of anxiety to the study of Torah and universal wisdom, so that by their teaching the may lead all mankind to the knowledge of GOD and make them also share in the bliss of world to com. (48)

''مستقبل میں شاہ مسیح آئے گا اور داؤد کے تخت کو بحال کرے گا اس کی ابتدائی خودمختاری بھی، پھر ہیکل کو تعمیر کرے گا اور منتشر اسرائیلیوں کو اکٹھا کرے گا''

(2) " To defeat Armilus and to attain the ultimate victory over stanic

power."

”Armilus کوشکست دے گا تا کہ بدی کی قوتوں پر ابدی فتح حاصل ہو“

(3) " All the nations of the world recognize him as their spirtual leader and ruler, and he becomes a veritable pantocrator or world ruler." (50)

”دنیا کی تمام اقوام اسے اپنا مذہبی رہنما اور آقا تسلیم کریں گے اور وہ دنیا کا حقیقی بادشاہ بن جائے گا“

عہد نامہ قدیم کی مندرجہ ذیل آیات مسیح کے دن یا دور مسیحائی پر روشنی ڈالتی ہیں۔

”اور میں خداوندان کا خدا ہوں گا اور میرا بندہ داؤدان کا فرمانبردار ہوگا...... اور میں ان کے ساتھ صلح کا عہد باندھوں گا اور سب درندوں کو ملک سے نابود کردوں گا اور وہ بیابان میں سلامتی سے رہا کریں گے اور جنگلوں میں سوئیں گے“ (۵۱)

”اور میرا بندہ داؤدان کا بادشاہ ہوگا ان سب کا ایک ہی چراوہا ہوگا اور وہ میرے احکام پر چلیں گے اور میرے آئین کو مان کر اس پر عمل کریں گے.... اور میں ان کے ساتھ سلامتی کا عہد باندھوں گا جو ان کے ساتھ ابدی عہد ہوگا اور میں ان کو بساؤں گا اور فراوانی بخشوں گا اور ان کے درمیان اپنے مقدس کو ہمیشہ کے لیے قائم کروں گا“ (۵۲)

مسیح کا انتقال

یہودی عقائد کے مطابق مسیح شیطانیت اور استبداد سے نجات دلائے گا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا اور عدالت وانصاف کو قائم کرے گا۔ پھر اس کا انتقال ہو جائے گا اور ایک وارث چھوڑ جائے گا:

" He must be regarded as a mortal being and one who restored the Davidic dynasty. He will die and leave a son as his successor. who will in turn die and leave the

throne to his heir." (53)

''اسے بھی عام آدمی کی طرح فانی تسلیم کیا جائے گا یہ وہی شخص ہوگا جس سے سلطنت داؤد بحال ہوگی وہ وفات پا جائے گا اور اپنا ایک بیٹا بطور جانشین چھوڑ جائے گا۔ وہ بھی اپنی باری انتقال کر جائے گا اور جانشین چھوڑ جائے گا''

یہودیوں کا مستقل لائحہ عمل

یہودیوں کا خیال ہے کہ خدا نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو ان کے ملک میں دوبارہ آباد کرے گا۔

''لیکن میں پھر اسرائیل کو اس کے مسکن میں لاؤں گا.... اور یہوداہ کے گناہوں پتہ نہ چلے گا، کیونکہ میں جن کو باقی رکھوں گا ان کو معاف کروں گا'' (۵۴)

''اے اسرائیل نہ گھبرا جانا کیونکہ دیکھ میں تجھے دور سے اور تیری اولاد کو اسیری کی سرزمین سے چھڑاؤں گا اور یعقوب واپس آئے گا اور آرام وراحت سے رہے گا اور کوئی اسے نہ ڈرائے گا'' (۵۵)

''اور وہ قوموں کے لیے ایک جھنڈا کھڑا کرے گا اور ان اسرائیلیوں کو جو خارج کیے گئے ہوں گے جمع کرے گا اور سب بنی یہوداہ کو جو پرگندا ہوں گے۔ زمین کی چاروں طرف سے فراہم کرے گا'' (۵۶)

اور یہ وعدہ تقریباً دو ہزار سال کی جلاوطنی کے بعد 1948ء میں اسرائیل کے قیام کے ساتھ پورا ہو چکا ہے۔ چنانچہ اب یہود مستقبل کے ایک منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ اس منصوبے کے دو اہم اجزاء ہیں۔

ایک مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو ڈھا کر ہیکل سلیمانی (Temple of Solomon) (۵۷) پھر سے تعمیر کرنا ہے۔ دوسرا یہ کہ پورے علاقے پر قبضہ کیا جائے۔ جسے اسرائیل اپنی میراث سمجھتا ہے۔

اب ان دونوں اجزاء کی وضاحت کرتے ہیں:

''جہاں تک ہیکل کی تعمیر کا تعلق ہے۔ تو اس باوجود قادر ہونے کے دو وجوہات کی بنا پر عمل نہیں کر رہا''

۱۔ ایک وجہ یہ ہے کہ اسرائیل اور اس کے حواریوں کو عالم اسلام کے شدید عمل کا اندیشہ ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خود یہودیوں کے اندر مذہبی بنیاد پر اس مسئلے کا اختلاف ہے آرتھوڈکس یہودیوں کا خیال یہ ہے کہ ہیکل کی تعمیر نو مسیح ہی آ کر کرے گا۔ جب تک وہ نہ آ جائے ہمیں اس کا انتظار کرنا چاہیے۔

"Very orthodox, groups who do not accept the legitimacy of the state od Israleal some may live even in the land, but they take no part in the political process and they continue to wait for divine deliverence." (58)

''راسخ العقیدہ یہودی اسرائیل کی قانونی حیثیت کو نہیں مانتے وہ بھی اس سرزمین پر رہتے ہیں لیکن کسی سیاسی عمل میں دخل اندازی نہیں کرتے اور مسلسل الہامی نجات کے منتظر ہیں''

چنانچہ آرتھوڈوکس آج بھی مسیح کے لیے دعا مانگتے ہیں:

"The strictly orthodox continue to pray that GOD will sned his Massiah to bring the final golden age, to gather in the remnance of the jewish people, to resurrect the dead and to exercise final judgement." (59)

''راسخ العقیدہ یہود مسلسل دعائیں کر رہے ہیں کہ خداوند مسیح کو بھیج دے تا کہ وہ سنہری دور کو مکمل کرے اور منتشر یہودیوں کو اکٹھا کرے۔ مردوں کو زندہ کر سکے تا کہ ابدی انصاف قائم ہو''

جبکہ دوسری طرف کنزرویٹو (conservativer) اور ریفارمرز کا خیال ہے (اسی گروپ کے ہاتھ میں اسرائیل کا اقتدار ہے) کہ قدیم بیت المقدس اور دیوار گریہ پر قبضہ کے بعد ہم دور مسیحائی

میں داخل ہو چکے ہیں۔ چنانچہ Dem. Cohm-Sherbok لکھتے ہیں:

"They under stand the Messainc age as a time of truth, Justice, and peace which would be achieved by education, economic reforms and scientific discovery." (60)

''وہ دور مسیحائی کو مسیح، انصاف اور امن سے تعبیر کرتے ہیں ان کے نزدیک یہ مقاصد تعلیم، معاشی اصلاحات اور سائنسی ایجادات سے حاصل ہوں گے''

۱۔ لیکن ان تمام عقائد اور خیالات کے باوجود صرف مسلمانوں کے متوقع شدید غم کے پیش نظر یہودی اب تک ہیکل کی تعمیر سے رکے ہوئے ہیں اور اگر کسی شدت پسند گروہ نے ایسا کرنے کی کوشش بھی کی ہے تو اسرائیل نے اس کو روکا ہے۔

۲۔ اس منصوبے کا دوسرا جز یہ ہے کہ ''میراث علاقے پر کلیتاً قبضہ کیا جائے۔ میراث کے ملک سے مراد اسرائیل کی وہ حدود ہیں جو حضرت سلیمانؑ کے دور حکومت میں تھیں۔

''اور سلیمانؑ دریائے فراد سے فسلطینیوں کے ملک تک اور مصر کی سرحد تک سب مملکتوں پر حکمران تھا وہ اس کے لیے ہدیئے لاتی تھیں اور سلیمانؑ کی عمر بھر مطیع رہیں'' (۶۱)

چنانچہ اسرائیل کی پارلیمنٹ کی پیشانی پر یہ الفاظ کندہ ہیں:

''اے اسرائیل تیری سرحدیں نیل سے فرات تک ہیں''

دنیا میں صرف اسرائیل ہی ایک ایسا ملک ہے جس نے کھلم کھلا دوسری قوموں کے ملک پر قبضہ کرنے کا ارادہ عین پارلیمنٹ کی عمارت پر ثبت کر رکھا ہے۔ کسی دوسرے ملک نے اس طرح اعلانیہ اپنی جارحیت کے ارادوں کا اظہار نہیں کیا۔

اسرائیلی دانشور دن رات اسی سوچ بچار میں ہیں کہ وہ کس طرح اپنے مستقبل کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکیں گے۔ تاکہ مسیح موعود (دجال) کی آمد راہ ہموار ہو سکے۔

مصادر و مراجع

۱۔ وکلف اے سنگھ، مسیح موعود اور اہل یہود، ص ۱۸

۲۔ یرمیاہ ۳۲:۵

۳۔ F.Gazueta, Futhur history, p-13

۴۔ New Catholic Encyclopaedia, V-9,P.714

۵۔ وکلف اے سنگھ، مسیح موعود اور اہل یہود، ص ۱۹

۶۔ Standard Jewish Encyclopaedia, P. 1308

۷۔ یسعیاہ ۲۳:۱ـ۵

۸۔ یسعیاہ ۱۱:۱ـ۲

۹۔ سموئیل ۱۶:۱ـ۱۳

۱۰۔ متی ۱:۱ـ۱۶ ؛ لوقا ۲۸:۳۸

۱۱۔ میکاہ ۵:۲

۱۲۔ یسعیاہ ۷:۱۴

۱۳۔ متی ۱:۱۸ـ۲۳

۱۴۔ یسعیاہ ۱۱:۱

۱۵۔ یرمیاہ ۱۸:۵

۱۶۔ وکلف اے سنگھ، مسیح موعود اور اہل یہود، ص ۱۸

۱۷۔ متی ۴:۱۳

۱۸۔ یوحنا ۶:۱۵

۱۹۔ متی ۲۱:۹ ؛ یوحنا ۱۲:۱۲ـ۱۵

۲۰۔ لوقا ۲۳:۲۱

۲۱۔ یونس عامر، بنی اسرائیل کا نجات دہندہ، ص ۴۶

۲۲۔ یسعیاہ ۱۱:۱ـ۹ ؛ یرمیاہ ۲۳:۵ـ۶ ؛ زکریا ۹:۹

۲۳۔ متی ۴:۱۷

۲۴۔ یوحنا ۶:۱۵

۲۵۔ مرقس ۱۴:۶

۲۶۔ یوحنا ۱۴:۹

۲۷۔ یوحنا ۱۰:۳۸،۳۰

۲۸۔ یوحنا ۱۰:۲۳

۲۹۔ احبار ۲۴:۱۶

۳۰۔ یوحنا ۱۹:۷

۳۱۔ متی ۹:۶

۳۲۔ مرقس ۲:۵ ؛ لوقا ۷:۴۸

۳۳۔ مرقس ۲:۷

۳۴۔ استثناء ۵:۱۲ـ۱۵

۳۵۔ گنتی ۱۵:۳۲ـ۳۶

۳۶۔ لوقا ۱۴:۱ـ۶

۳۷۔ لوقا ۱۷۔۱۶ ؛ یوحنا ۴:۳۹۔۴۰ ۳۸۔ متی ۱۱:۱۹

۳۹۔ لوقا ۷:۳۹ ۴۰۔ اسرار عالم دجال، ۱/۱۳۱

۴۱۔ Louis Jacob, A Jewish Thealogy, P292

۴۲۔ With Reference, F.Goizueta Future History, P.13

۴۳۔ Louis Jacob, A Jewish Thealogy, P295

۴۴۔ ملاکی ۳:۴۔۵

۴۵۔ R.J Zwi Werblowsky, Encyclopaedia of Religion, V-9,P.472

۴۶۔ The Jewish Encyclopaedia, V5,P.213

۴۷۔ یہودیت میں دجال کو اس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۴۸۔ Edward J. Jurji, The Great Religions of the Modren World, P 244

۴۹۔ Grant R. Jeffery, Princess of Darkness, P 42

۵۰۔ F. Gozueta, Future History, P 15,16

۵۱۔ حزقی ایل ۳۴:۲۴۔۲۵ ۵۲۔ حزقی ایل ۳۷:۲۴۔۲۶

۵۳۔ Edward J.Jurji, The Great Religions of Modern World, Judaism,P243

۵۴۔ یرمیاہ ۵۰:۱۹۔۲۰ ۵۵۔ یرمیاہ ۳۰:۱۰ ۵۶۔ یسعیاہ ۱۲:۱۱

۵۷۔ حضرت سلیمانؑ نے خدا کی عبادت اور اس کے حضور قربانی پیش کرنے کے لیے ۹۶۶۔۹۵۹ ق۔م ہیکل تعمیر کیا جو کہ ہیکل سلیمانی کے نام سے مشہور ہوا۔ ۵۸۶ ق۔م جب بابل کے بادشاہ بخت نصر نے یروشلم پر قبضہ کیا تو اس نے ہیکل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ۵۳۹ ق۔م ایرانی فاتح سائرس نے جب بابل فتح کیا تو اس نے یہودیوں کو یروشلم میں آباد ہونے کی اجازت دی۔ دار یوس (دارا) اول نے زر بابل کو یہودیہ کا گورنر مقرر کیا، اس نے حجی نبی، زکریا نبی اور سردار کاہن یشوع کی نگرانی میں نئے سرے سے ہیکل تعمیر کیا۔ ۶۴۔۶۶ء میں جب یہودیوں نے رومی حکومت کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کیں تو ۷۰ میں طیطس (رومی بادشاہ) نے یروشلم پر حملہ کر دیا، لاکھوں یہودی قتل ہوئے اور ہیکل کو تباہ کر دیا۔ اس کے بعد آج تک ہیکل دوبارہ تعمیر نہیں ہو سکا۔

۵۸۔ Dem, Chom-Sherbok, Judaism, P96

۵۹۔ ایضاً، ص ۹۶۔۹۷ ۶۰۔ ایضاً، ص ۹۷ ۶۱۔ سلاطین ۴:۲۱

رعاية الله للمنفقين

عن ابى هريرة ، رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : "بينما رجل يمشى بفلاه من الارض، فسمع صوتاً فى سحابة : اسق حديقة فلان ، فتنحى ذلک السحاب فأفرغ ماء ه في حرة، فإذا شرجة من تلک الشراج قد استوعبت ذلک الماء كله، فتتبع الماء ، فإذا رجل قائم في حديقته يحول الماء بمسحاته،

فقال له: يا عبدالله ما اسمک ؟ قال: فلان للاسم الذي سمع في السحابة ، فقال له: يا عبدالله لم تسألني عن اسمي؟ فقال: إنى سمعت صوتاً في السحاب الذي هذا ماؤه يقول: اسق حديقة فلان لاسمک ، فما تصنع فيها؟ فقال: أما إذقلت هذا، فإنى أنظر إلى مايخرج منها ، فأتصدق بثلثه" و أكل أنا و عيالي ثلثاً، و أردُّ فيها ثلثه"

(رواه مسلم)